قرآن کریم

امام احمدرضا اور سائنسی مصطلحات

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری (چیئر مین شعبۂ ارضیات و پیٹرولیم، کراچی یونیورسٹی، کراچی، پاکستان)

ارشاد ربانی ہے:

فَسْئَلُوْآ اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل)

تو اے لوگوں! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پوچھنے والے پر کوئی پابندی نہیں لگائی کہ میرے علم والوں سے کیا سوال کرنا اور کیا نہ پوچھنا بلکہ کھلی اجازت دے دی کہ میری جانب سے علم دیئے جانے والوں سے کسی بھی زمانے میں کسی بھی علم وفن یا کسی بھی علم کی شاخ در شاخ سے متعلق جو بھی سوال کرنا چاہو سوال کرنا ہمارے اہل علم تم کو تشفی بخش جواب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر)

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں

اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کیلئے ہر زمانے میں ایسے ذہن پیدا فرمائے جنہوں نے اپنی ذہانت میں اس کو الحمد سے الناس تک یاد رکھا یہ انسان کی اپنی کوئی طاقت نہیں کیونکہ اس نے ذمہ لے لیا اس لئے اس مخلوق انسانی سے چند کو ہر زمانے میں انتخاب فرما کر اس کے ذہن میں محفوظ فرما دیتا ہے اور یہ حفظ قرآن کا سلسلہ قیامت تک ایسے ہی جاری رہے گا اور اس کے اس چیلنج کو حفاظ قرآن پورے کرتے رہیں گے اگرچہ وہ انسان اور حفاظ کا محتاج نہیں مگر انسانوں کے درمیان اس کو انسانوں کے ذریعہ ہی محفوظ رکھا ہے۔ اس کے حفاظ درحقیقت حروف کے جاننے والے ہیں وہ حروف سے حروف کو ملا کر پورا قرآن سنا دیتے ہیں لیکن حفاظ کی اکثریت حروف کی معنویت اور حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتی۔ خداوند کریم نے اس کا بھی انتظام فرما دیا کہ جب کبھی دنیا میں کوئی انسان کوئی سا بھی سوال کرے اور اس سوال کا تعلق زمانے کے کسی بھی علم وفن سے ہو حروف کی حقانیت جاننے والا اس کا جواب دے دے گا۔ حروف کی حقانیت، معنویت، مقصدیت جاننے والے کو قرآن نے ''اھل الذکر'' بتایا ہے۔ اہل الذکر کی بہت ساری اقسام ہیں:

1: پہلی قسم۔ جو مخصوص علم جانتے ہیں اس کے علاوہ علوم نہیں جانتے۔

2: دوسری قسم۔ مخصوص علم جاننے والے بھی دو اقسام کے ہیں۔

(الف) وہ جو صرف ظاہر مخصوص علم یا اس کی شاخ کو جانتے ہیں مگر اس علم کی حقیقت سے واقفیت نہیں رکھتے۔

(ب) ظاہراً بھی جانتے ہیں اور حقیقت سے بھی آشنائی رکھتے ہیں مگر حقیقت کی اصل سے واقفیت نہیں رکھتے۔

www.AlahazratNetwork.org

3: تیسری قسم۔ چند مخصوص علم میں مہارت یا دسترس رکھتے ہیں باقی میں کم۔

4: چوتھے۔ صرف دنیاوی یا دینی علوم پر دسترس رکھتے ہیں۔

5: پانچویں۔ دنیاوی اور دینی اکثر علوم میں دسترس رکھتے ہیں۔

6: چھٹے۔ تمام دنیاوی اور دینی علم کا ادراک رکھتے ہیں۔

ان اقسام کے مزید تقسیم ممکن ہے مگر احقر نے صرف سمجھانے کے خاطر یہ خاکہ بتایا ہے اس میں ہر شخص "فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ" میں اپنی صلاحیت کے مطابق شمار کیا جاسکتا ہے کہ تم اس علم کے اہل علم سے معلوم کرلو وہ تم کو جواب دے دیں گے مگر ایسے اشخاص کم کم ملیں گے جو اس آیت کی مکمل تفسیر بن جائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کو تو ہر زمانے میں ان کے امتیوں کے مقابلے میں مکمل علم عطا فرمایا یہاں تک نبی الانبیاء علیہ اسلام کو کل کائنات کا علم عطا فرمادیا کہ جو بھی آپ سے سوال کیا جائے آپ اس کو جواب دے سکیں اس کے لئے قرآن نے سند عطا فرمادی:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝" (النسآء)

"اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے"

نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کا سلسلہ کیونکہ جاری ہے اور آپ نے ظاہری پردہ فرما کر دوسری دنیا کو اپنے وجود مسعود سے رونق بخشی ہوئی ہے اس لئے دنیا میں قیامت تک آپ کی ظاہری کمی کو علماء ربانیین پورا کرتے رہیں گے جو درحقیقت آپ کے ہی فیض وکرم سے آپ کے نائبین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں حضور ﷺ کے نائبین کو بھی اس زمانے کے تمام علوم و فنون میں یکتا روزگار بناتا ہے تاکہ اگر ان سے کوئی سوال کرے تو وہ ہر اس سوال کا جواب دے دیں ورنہ دین پر، اسلام، پر قرآن پر، صاحب قرآن پر اور صاحب قرآن کے بھیجنے والے پر حرف آئے گا کہ وہ نہیں جانتا (معاذ اللہ) اس لئے دنیا میں خداوند کریم ایسی عبقری شخصیات کو بھیجتا رہتا ہے ایسی ہی ایک عبقری شخصیت، نائب رسول اور فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ کی جامع تفسیر کی شکل میں ایک ذات امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی ہے۔ ان کی 55 رسالہ علمی زندگی میں جس کسی نے جس شعبہ سے جس نوعیت کا بھی سوال کیا آپ نے اس علم کی اصطلاحات اور اس علم کی روشنی میں اس کا بھرپور تسلی بخش اور صحیح جواب عطا فرمایا۔ یہاں سوال جواب کے بجائے ان کی علمی بصیرت، قرآن کریم کی فہم اور سائنسی اصلاحات وعلوم سے متعلق دو چار مثال پیش کروں گا۔

امام احمد رضا کے علوم وفنون کے مرکز قرآن حکیم ہے۔ امام احمد رضا ترجمہ قرآن میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ جس آیت سے جس علم پر روشنی پڑتی ہے اس آیت کا ترجمہ اسی علم کی مصطلحات میں کرتے ہیں۔ امام احمد رضا واحد مترجم قرآن ہیں جن کو علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ یعنی موجودہ سائنس علوم پر بھی سو سے زیادہ رسائل اور کتابیں اردو، فارسی اور عربی زبان میں مخطوطات کی صورت میں محفوظ ہیں افسوس کے صرف چند زیور طباعت سے آراستہ ہوسکیں۔ یہاں سائنس وحکمت وفلسفہ کے حوالے سے چند امثال پیش کرکے امام موصوف کی ان علوم پر دسترس کی طرف توجہ دلا رہا ہوں مثال ملاحظہ کیجئے:

www.AlahazratNetwork.org

وَّ سُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَکَانَتْ سَرَابًا ۝20 (النباء)

اور پہاڑ جلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا پانی کا دھوکہ دیتا۔

امام احمد رضا کے اس ترجمہ قرآن کو پڑھ کر علوم عقلیہ کا ماہر خاص کر علوم ارضیات وطبیعات کا ماہر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مولانا نے ''سرابا'' کا جو ترجمہ کیا ہے یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ وہ اس عمل سے واقف نہ ہو کہ کیونکہ تیز گرمی میں ریگستانوں میں یا کسی بھی سطح ہموار پر پانی ہونے کا شبہ ہوتا ہے اور جوں جوں وہ قریب جاتا ہے وہ پانی دور ہوتا جاتا ہے اور وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ یہ میرا دھوکا ہے۔ امام احمد رضا ساتھ ہی ساتھ مفسرین اور ماہرین لغت سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں چنانچہ ملاحظہ کیجئے کہ مفسرین اور ماہرین لغت ''سرابا'' کے متعلق کیا فرماتے ہیں:

تفسیر خازن:

(فکانت سرابا) : ای ھبأ منبثا کا لسراب فی عین الناظر

ریت کے ذرات جو دور سے دیکھنے میں (پانی کی طرح) چمکتے ہیں انہیں سراب کہا جاتا ہے۔

تفسیر مدارک:

(فکانت سرابا) : ای ھبأ تخیل الشمس انه ما

ریت کے ذرات جو سورج کی روشنی میں پانی کی طرح چمکتے معلوم ہوں۔

مفردات القرآن!

سراب اس کو کہا جاتا ہے جب شدت گرمی میں دو پہر کے وقت بیاباں میں جو پانی کی طرح ریت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے اس کو سراب کہتے ہیں۔

ان دلائل سے جو بات سامنے آئی وہ یہ کہ سرابا ایک قسم کا دھوکا ہے کہ جب ریگستان میں یا کسی ہموار سطح پر سورج کی شعائیں پڑتی ہیں تو دور سے پانی کی موجودگی کا دھوکا ہوتا ہے امام احمد رضا نے اس حقیقت کی ترجمانی فرما کر بتا دیا کہ آپ کو اللہ نے قرآن فہمی کا کتنا وسیع ادراک دیا ہے جب کہ اردو زبان کے تمام مترجمین نے سرابا کا ترجمہ صرف ریت کیا ہے۔

امام احمد رضا نے یہ ترجمہ دراصل قرآن پاک کی سورہ ''القارعہ'' میں قیامت میں پہاڑوں کی حالت بتائی جانے کے پیش نظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ القارعہ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ (القارعہ)

''اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون''

سورہ المرسلت میں ارشاد قدسی ہے:

وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝10

''اور جب پہاڑ غبار بنا کر اڑا دیئے جائیں''

www.AlahazratNetwork.org

امام احمد رضا نے سراپا کا مفہوم وہ بیان کیا ہے جو روز قیامت نظر آئے گا۔ قیامت کے دن چونکہ زلزلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگا جس کی وجہ سے پہاڑ سرکنا شروع ہوں گے، ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے زمین پر تھرتھراہٹ کے باعث بڑے بڑے گڑھے پڑ جائیں گے زمین اسی دوران اپنا لاوا(Lava) اگلے گی اور جب تمام لاوا ٹھنڈا ہو جائیگا اور زمین کی سطح پھر کسی حد تک ہموار ہو جائے گی لوگ دوبارہ زندہ کر کے اس زمین پر لائے جائیں گے اور سخت پیاس میں مبتلا ہوں گے تو یہ زمین دور سے چمکتی ریت کی طرح پانی کا دھوکا دے گا۔ لوگ پانی کی طرف دوڑیں گے مگر پانی ان کو نہ مل سکے گا کیونکہ اس وقت زمین تانبے کی ہوگی اور اس تانبے کی زمین پر سورج کی شعائیں پڑنے کے باعث اس کی سطح پر پانی کا گمان ہوگا۔ اس سارے منظر کے پیش نظر امام احمد رضا سراپا کا ترجمہ نہایت ہی سائیٹفک طریقے پر کیا ہے۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں آپ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ امام موصوف دینی معلومات کے ساتھ ساتھ عقلی اور سائنسی علوم کے بھی مجدد اور امام ہیں۔ راقم کی ترجمہ قرآن کے مطالعہ کے دوران کئی آیات سامنے آئیں جن کا علوم ارضیات سے گہرا تعلق تھا اور علم ارضیات کی اصطلاح میں صرف امام احمد رضا کا ترجمہ ہی واحد ترجمہ ہے جب کہ تمام اردو زبان کے مترجمین نہ صرف علم ارضیات بلکہ کسی بھی علم کی اصطلاحات میں ان آیات کا ترجمہ نہ کر سکے۔ سورہ النزعٰت کی مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے زمین کی بناوٹ سے متعلق ارشاد فرمایا اور امام احمد رضا نے اس کی اصطلاح میں ترجمہ کر کے قاری کو سمجھنے میں آسانی فرمائی ہے آیت اور ترجمہ ملاحظہ کریں۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿النّٰزِعٰت﴾

اور اس کے بعد زمین پھیلائی (امام احمد رضا خاں بریلوی "کنزالایمان" ص822)

دیگر تراجم قرآن کا جب مطالعہ کیا تو اکثر مترجمین نے "دحھا" کے معنی پھیلنے کے بجائے "جماؤ" کئے ہیں جبکہ پھیلنا اور جمانا دو مختلف مفہوم رکھتے ہیں۔ جمانے کے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کوئی چیز تہہ بہ تہہ جمتی ہے اور اس طرح آبی چٹانیں (Sedementary Rocks) بنتی ہیں اور یہ عمل دراصل پہاڑوں کے بننے یا جمائے جانے کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں لفظ پھیلنے سے جو مفہوم ایک علم ارضیات کے طالب علم کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کسی چیز کے پھیلنے سے اس کا حجم (یہاں رقبہ مراد ہے) بڑھے۔ علم ارضیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین جب سے وجود میں آئی ہے برابر پھیل رہی ہے۔

(Swokins, F.Setal 1987 "The Rvolving Earth" Page 153)

یہ عمل اسی طرح جاری ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے سمندروں (Oceans) یعنی بحیرہ او قیانوس وغیرہ میں بیچ و بیچ 5 تا 6 میل گہرے پانی کے نیچے سمندری خندقیں جن کو Oceanis Trenches بھی کہا جاتا ہے موجود ہیں۔ یہ خندقیں ہزاروں میل لمبی ہیں۔ ان خندقوں سے ہر وقت گرم گرم پگھلا ہوا لاوا (Lava) نکل رہا۔ جب نیا لاوا پھر نکلتا ہے تو وہ پہلے سے جمع شدہ لاوے کی تہہ کو دونوں جانب سرکاتا ہے۔ خندق کے کنارے پر جو یہ عمل ہوتا ہے تو اس سرکنے سے پورا خشک براعظم بھی سرکتا ہے اور سمندر پیچھے کی جانب چلا جاتا ہے یعنی زمین کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔ یہ عمل اگر چہ بہت خاموشی کے ساتھ اور بہت آہستہ ہوتا ہے مگر برابر جاری رہتا ہے۔ (Sawkins, F.S. etal. 1978 "The Evolving Earth" Page 153.)

www.AlahazratNetwork.org

براعظم اسی عمل کی وجہ سے برابر پھیل رہے ہیں۔اس پھیلاؤ کی رفتار مختلف براعظموں کی مختلف ہے۔کوئی براعظم ہر سال 3/سینٹی میٹر سمند سے اونچا ہوجاتا ہے کوئی 4/سینٹی میٹر۔ براعظم ایشیا کا برصغیر پاک وہند کا حصہ (Mount Everest) ہر سال 3/اعشاریہ 5/سینٹی میٹر ہر سال اوپر اٹھ جاتا ہے اس کو آسانی سے سمجھنے کے لئے بحیرہ ہند کا مطالعہ کریں یہ ہر سال پیچھے ہٹ جاتا ہے اس طرح سمندر کناروں کا حجم ہر سال بڑھ جاتا ہے۔اس قدرتی عمل سے زمین برابر پھیل رہی ہے اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی نشاندہی سورہ النّٰزعت کی آیت میں فرمائی اور سوائے امام احمد رضا کے قدرت کے اس عمل کو سمندر کی 6/میل تہہ کے نیچے کوئی اور نہ دیکھ سکا۔امام موصوف نے باطنی علوم کی روشنی میں دیکھ لیا اس لئے انہوں نے اس قدرت کے عمل کو ترجمہ میں ارضیاتی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے اپنی علمی وسعتوں کا اظہار کیا اور جامع ترجمہ کیا ''اس کے بعد زمیں پھیلائی'' زمین کے پھیلنے کے اس عمل کو صرف امام احمد رضا جیسا سائنسداں ہی دیکھ سکے کیونکہ ظاہری لفظوں کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کا باطن بھی اللہ کی دی ہوئی فہم سے سمجھتے ہیں جبکہ اردو زبان کے تمام مترجمین قرآن آیت کا ترجمہ علم ارضیات کی روشنی میں نہ کرسکے جو علم کی متعلق آیت اشارہ کر رہی ہے۔

راقم الحروف علم ارضیات کا طالب علم ہے اور گزشتہ 25/سال سے جامعہ کراچی کے شعبہ ارضیات میں علوم ارضیات کی تدریس میں مصروف عمل ہے اس لئے میری نظر جب قرآن پر پڑتی ہے تو میں آیات قرآن میں وہ قانون تلاش کرتا ہوں جو زمین کی پیدائش اور اسی کے ارتقاء سے تعلق رکھتے ہیں۔مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی کہ کسی بھی ترجمۂ قرآن میں مجھے علوم ارضیات سے متعلق خصوصاً اور دیگر سائنسی علوم سے متعلق عموماً ایسی اصطلاحات نہیں ملتیں جو ان علوم وفنون کے نشاندہی کریں مثلاً:

''علم ارضیات میں یہ قانون عام ہے کہ زمین جب پیدا ہوئی تو یہ آگ کا گولہ تھی اس کے بعد یہ ٹھنڈا ہونا شروع ہوئی ٹھنڈا ہونے کے دوران یہ برابر ہچکولہ کھاتی رہی یعنی اس میں تھرتھراہٹ تھی اور اس کو قرار نہ تھا۔اس کے ساتھ ساتھ زمین کے اوپر پہاڑ بننا شروع ہوئے،زمین اگرچہ اوپر سے ٹھنڈی ہوگئی مگر اس کے اندر (نیچے) گرم پگھلا ہوا لاوا مائع کی شکل میں موجود رہا۔ پہاڑ (آبی یا آتشی) سمندر کے نیچے بھی موجود ہیں اور اسمندر کے باہر زمین کے اوپر بھی موجود ہیں اور یہ سب پہاڑ اسی گرم لاوا کے اوپر اسی طرح لنگر انداز ہیں جس طرح سمندری جہاز سمندر میں لنگر انداز ہوتا ہے۔ اس سمندری جہاز کو اس کے لنگر (Anchor) روکے رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی جنبش یا تھرتھراہٹ کو پہاڑوں کے لنگر ڈال کر زمین کو روک رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ زمین ہم کو ساکن محسوس ہوتی ہے۔جب کبھی اس توازن میں فرق آتا ہے تو ان مقامات پر زلزلے آجاتے ہیں اور بعض اوقات بڑی بڑی دراڑوں (Deep Faults) کے ذریعے وہ پگھلا ہوا لاوا اوپر آجاتا ہے کیونکہ ان سخت پہاڑوں کے نیچے ہر جگہ یہ لاوا موجود ہے کہیں اس کی گہرائی ہزاروں فٹ میں ہے اور کہیں اس کی گہرائی کئی سو میل نیچے ہے۔زلزلے کے وقت جو تھرتھراہٹ جنبش ہوتی ہے زمین اپنی پیدائش کے وقت اسی طرح کانپتی رہتی تھی۔اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنا کر اس پر لنگر انداز کئے اور اس طرح اس زمیں کو سکون حاصل ہوا۔اس سارے عمل کو علم ارضیات میں (Plate-Tectonics) کہتے ہیں۔

(Arthur Holmes, 1972, "Principles of Physical Geology" P.22)

قرآن مجید وفرقان حمید نے زمین کے متعلق کئی انداز میں تذکرہ کیا ہے اردو مترجمین قرآن نے ہر آیت کا ترجمہ تو بیشک

www.AlahazratNetwork.org

کیا ہے لیکن ان آیات کے پیچھے جو علم کا سمندر ہے اس کو لفظی ،لغوی ترجمہ کرنے والے سمجھنے سے قاصر ہے وہ صرف لفظی ترجمہ کر کے آگے بڑھ گئے مگر امام احمد رضا علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم ارضیات کے بھی ماہر ہیں ان کی نگاہ نے آیت کے پیچھے قدرت کے اس سارے عمل کو دیکھ لیا اور پھر ترجمہ کرتے وقت ان آیات کے لئے ایسے الفاظ کا چناؤ کیا جو علم ارضیات کی عکاسی بھی کر رہا ہے۔آیئے سورہ الانبیاء کی آیات کا مطالعہ کریں:

اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ کَفَرُوْ آ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَ رْضَ کَا نَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنٰھُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْ ءٍ حَیٍّ ط اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ہ وَجَعَلْنَا فِی الْاَ رْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِھِمْ وَ جَعَلْنَا فِیْھَا فِجَا جاً سُبُلاً لَّعَلَّھُمْ یَھْتَدُوْنَ(الا نبیاء: 31/30)

ترجمہ:

''کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان لائیں گے اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں کہ کہیں وہ راہ پائیں'' (امام احمد رضا خاں بریلوی'' کنزالایمان فی ترجمہ القرآن''ص 458)

کیا جو لوگ منکر ہیں انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی آسمان و زمین میں دونوں کا ایک بھنڈا (ڈھیر) سا تھا تو ہم نے (اس کو توڑ کر) زمین و آسمان کو الگ الگ کیا اور پانی سے تمام جاندار چیزیں بنائیں تو کیا اس پر بھی لوگ (ہم پر) ایمان نہیں لاتے اور ہم ہی نے زمین میں بھاری بوجھل پہاڑ (مواقع مناسب پر) رکھے تا کہ زمین لوگوں کو لے کر (کسی طرف کو) جھک نہ پڑے اور ہم ہی نے اس میں چوڑے چوڑے راستے بنائے تا کہ لوگ اپنی منزل مقصود کو جا پہنچیں۔ (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ''حمائل شریف مترجم'' ص۔519)

چند مزید تراجم ''وجعلنافی الارض رواسی ان تمید بھم'' سے متعلق ملاحظہ کیجئے:

.... اور رکھ دیئے ہم نے زمین میں بھاری بوجھ، کبھی ان کو لے کر جھک پڑے۔(مولوی محمود الحسن دیوبندی)

.... اور ہم نے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ بنادیئے کہ ایک طرف ان کے ساتھ جھک نہ پڑے۔(ابوالکلام آزاد)

.... اور زمین میں ہم نے بھاری بھاری پہاڑ قائم کر دیئے کہ کہیں ان کو لے کر جھک نہ جائے۔(مقبول احمد دہلوی)

سورہ انبیاء کی 31/ویں آیت کریمہ کی جامعیت جو امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں پائی جاتی ہے وہ جامعیت دیگر تمام تراجم میں ناپید ہے اور دیگر مترجمین قدرت کے اس طریقے کو جان ہی نہ سکے کہ پہاڑ کس طرح قائم ہیں اور زمین کا سکون کس طرح برقرار ہے کیونکہ کوئی بھی مترجم (Isostatic Theory) کو نہیں سمجھتا اس لئے ترجمہ میں جو بات پوشیدہ ہے ضبط تحریر میں نہ لا سکا یہ صرف امام احمد رضا کی فکر کی گہرائی ہے کہ انہوں نے دو لفظوں کے چناؤ سے اس قدرتی طریق کو ترجمہ میں ظاہر کر دیا کہ پہاڑ ضرورت تہہ بہ تہہ جمائے گئے ہیں مگر یہ لنگر انداز ہیں اور یہ کھلی حقیقت ہے کیونکہ جیولوجی سے تعلق رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں اور سمجھتے ہی کہ یہ پہاڑ کیونکر خاموش کھڑے ہیں۔

دیگر تراجم میں ایک بات اور جو انہونی نے ترجمہ کی گئی ہے وہ یہ کہ زمین لوگوں کے بوجھ سے ادھر سے ادھر جھک جاتی

www.AlahazratNetwork.org

ہے اس لئے پہاڑوں کی جمایا گیا جبکہ زمین انسانوں کی پیدائش سے 4/سے 6/بلین سال پہلے قرار پا چکی تھی یا کم از کم حضرت آدم علیہ السلام کی آمد سے قبل قطعی سکون میں آچکی تھی اور اگر انسانوں کے بوجھ سے ہلتی جلتی تو آج اس کو پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہلنا چاہیے کیونکہ روزانہ ہزاروں لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں پاکستان ہی کی مثال لیجئے کہ کراچی شہر میں ڈیڑھ کروڑ انسان رہتے ہیں جبکہ پورے بلوچستان میں کچھ لاکھ افراد بستے ہیں مگر شہر کراچی میں لوگوں کے بوجھ سے زمین نہ دب رہی اور نہ ہچکولے کھا رہی ہے۔ انسان کا بوجھ ہوتا ہی کیا ہے جو زمین کو غیر متوازن کر سکے۔ درحقیقت آیت کا مفہوم یہ ہے جو امام احمد رضا کی نظر اور عقل نے سمجھا ہے جو علوم ارضیات سے بھی، مطابقت رکھتا ہے کہ پہاڑوں کے لنگر اس لئے ڈالے ہیں کہ زمین ان لنگروں کے بغیر ہچکولے کھاتی تھی اس لئے ان لنگروں سے اس کو قائم کر رکھا ہے۔

ان تمام امثال کے بعد یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن دیگر تمام اردو تراجم سے زیادہ بہتر ہے اور یہ عین سائنٹیفک توجیہات کے مطابق بھی ہے یہاں موقع نہیں ورنہ دیگر سائنسی علوم وفنون سے متعلق بھی آیات کا تقابل پیش کرتا۔ شواہد اور دلائل اس بات کے مظہر ہیں کہ امام احمد رضا مسلمان سائنسدانوں میں ان چند ہستیوں میں شامل ہیں جن کو دین کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم کا مجدد تسلیم کیا جاسکتا ہے کیونکہ امام احمد آج زمین کو سورج کے گرد گھومتا ہوا تسلیم کرتی ہے مگر آپ نے اپنی کتاب ''فوزمبین در رد حرکت زمین'' میں 105/دلائل سے زمین کو ساکن قرار دیا کیونکہ قرآن کی نص سے یہ بات ثابت ہے کہ زمین و آسمان ساکن ہیں اور باقی سارے سیارے گھوم رہے ہیں۔

تاریخ میں ہزاروں مسلمان سائنسدان علوم عقلیہ کے امام تسلیم کئے گئے ہیں مگر ان میں علوم نقلیہ کے استعداد رکھنے والے بہت کم ہیں۔ اگرچہ ہر کوئی قرآن وحدیث سے استفادہ ضرور کرتا ہے کیونکہ اول ماخذ یہی ہے لیکن دونوں علوم میں دسترس رکھنے والے امام غزالی جیسی ہستیاں کم ہیں۔ امام احمد رضا کو دین اسلام کا چودھویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے مگر آپ علوم عقلیہ کے بھی اکثر علوم وفنون کے مجدد نظر آتے ہیں۔ راقم یہ بات کہنے میں غلط نہیں کہ امام احمد رضا مجدد دین وملت اور مجدد علوم جدیدہ ہیں۔ حکیم محمد سعید صاحب نے امام احمد رضا کی ذہانت فطانت پر جو جامع تبصرہ کیا وہ ملاحظہ کیجئے:

''گزشتہ نصف صدی میں طبقہ علماء میں جو جامع شخصیات ظہور میں آئی ہیں ان میں مولانا احمد رضا کا مقام بہت ممتاز ہے، ان کی علمی دینی اور ملی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ تفقہ اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کی مہارت سائنس اور طب کے علوم میں بھی بہت زیادہ ہے ان کی بصیرت علماء سلف کے اس ذہن وفکر کی نمائندگی کرتی ہے جس میں دینی یا دنیاوی علوم کی تفریق نہ تھی، ان کی شخصیت کا یہ پہلو عصر حاضر کے علماء اور دانش گاہوں کے معلمین دونوں کو دعوت فکر ومطالعہ دیتا ہے'' (حکیم محمد سعید ''پیغام برائے مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1988ء کراچی، ص 15 ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی)

حکیم صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی کے فتاوی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کسی لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لئے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے''

(ایضاً، الٰہی بصیرت'' معارف رضا'' شمارہ نہم ص 100/ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل)

www.AlahazratNetwork.org

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمۂ قرآن میں امتیازی پہلو دیگر مترجمین قرآن کے مقابلے میں یہ ہے کہ جو جامعیت، معنویت مقصدیت قرآن کے کلمات میں پوشیدہ ہے یا کسی بھی عمل کی جو حقیقت اس کے وجود میں پوشیدہ ہے امام احمد رضا اس کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں اور اس علم کی روشنی میں اس کی ترجمانی فرماتے ہیں۔

یہ اس وقت ہی ممکن ہے کہ جب مترجم کے ذہن میں تمام تفاسیر لغوی معنویت، احادیث، آثار اور تمام علوم وفنون کا مجموعہ اس کی قوت حافظہ میں ہو اور خداوند کریم کی طرف سے اس کی ذہانت اتنی قوی ہو کہ تمام کلمات کو ان کی معنویت کے ساتھ یکجا کر لے۔

یہ خداداد صلاحیت ہی امام احمد رضا کو ان کے تمام ہم عصر حضرات میں اعلیٰ بنائے ہوئے ہیں جس کی بنا پر ہر سمجھدار آپ کو اعلیٰ حضرت کہنے پر حق بجانب ہے۔

www.AlahazratNetwork.org